OPEN ACCESS
Al-Aẕvā الاضواء
ISSN 2415-0444; E 1995-7904
Volume 34, Issue, 52, 2019
www.aladwajournal.com

نبوی (ﷺ) طرزِ تخاطب و تکلم کی نوعتیں اور تخصصات

Peculiarities and Types of Prophetic Style of Communication

صدف نذیر *
نسیم سحر صمد **

Abstract:
Eloquence today is called communication "a means of connecting people or places." Communication promotes motivation, is a source of information, plays crucial role and helps in socializing and controlling process. Sender, ideas, encoding, communication channel, receiver, decoding and feedback, message, channel, and effect are its different elements and dimensions. Means of communication and eloquence play very effective role in teaching, moralizing and enkindling love among mankind. The Holy Prophet (SAW) preached the ignorant people of Arab and brought them to the right path with the help of His best of communication skills and His perfect eloquence. In this way the society of Arab became an example for the whole world. The worst enemies of Holy Prophet (SAW) became his devotees because of his polite conversation. The eloquence of Holy Prophet (SAW) had all the ingredients of modern day communication. The Holy Prophet (SAW) used such best communication centuries ago for bringing people to the right path and enlightened them which modern day communication teaches today. There are many drawbacks of modern day communication which affects the society badly. We can enthral the hearts and spirits of people by adopting the golden rules of communication practised by our Holy Prophet (SAW).

Key Words: Prophetic Style of Communication; Specialities of the Prophet; Rhetoric of The Prophet

حضرت محمد ﷺ جس دور میں مبعوث ہوئے وہ جاہلی عرب شعراء اور خطباء کے عروج کا زمانہ تھا۔ یہ وہی زمانہ تھا جس میں عرب خود کو فصیح وبلیغ سمجھتے اور دیگر اقوام کو عجم تصور کرتے تھے۔ وہ اپنی فصاحت و بلاغت میں برتری حاصل کرنے کے لیے شاعرانہ کلام اور خطبوں کے باقاعدہ مقابلے کرتے اور ادبی مظاہروں میں شرکت کرتے تھے۔ لٰہذا یہ حقیقت ہے کہ ایسی فن اور ہنر رکھنے والی قوم کے درمیان کسی نظریہ یا عقیدے کو اسی وقت اہمیت

* پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور، پاکستان
** پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور، پاکستان

نصیب ہو سکتی ہے جب وہ معاشرے کی اقدار وروایات اور ثقافتی و تہذیبی رجحانات پر غالب ہو سکے اور قلب و نظر کو اپنی طرف کشش کرے۔

گویا اس معاشرے میں ایسے قائد وخطیب اور مبلغ ومربیّ کی ضرورت تھی جو عقل ودانش، اسلامی سیرت وروش کا اعلیٰ نمونہ ہو اور اپنی فصیح وبلیغ گفتگو کے حسن، بامعنی اور ذواثر کلام کی تازگی، جاذب وپُرکشش بیان کی فصاحت اور قلوب واذہان کو اسیر کر لینے والی بلاغت وجامعیت اور حلاوت تکلم کے ذریعے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر کے گرویدہ بنالے۔ایسی شخصیت اور ذات کامل نبی آخر الزماں ہی کی تھی جنھوں نے اپنی بھرپور فصاحت وبلاغت اور جامع کلام کے ذریعے عرب معاشرے کے افراد کی کایا ہی پلٹ دی۔چونکہ آپ کی پوری زندگی ہی مثالی عملی نمونہ ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَد كَانَ لَكُم فِي رَسُولِ اللّٰهِ اسوَة حَسَنَة﴾ (۱)

”بے شک تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔“

اس لیے آپ ﷺ کا انداز تکلم وتخاطب اور اسلوب گفتگو میں بھی تمام انسانوں کے لیے ایسی خصوصیات اور نمونے موجود ہیں جو اہل عرب جیسے قدیم فصحاء میں بھی موجود نہیں تھیں۔آپ ﷺ نے کلام وبیان کے وہ اسلوب اپنائے جس کی نظیر نہیں ملتی۔آپ ﷺ نے حالات وواقعات کو پیش نظر رکھتے ہوئے گفتگو کی، افراد کی ذہنی سطح کو سمجھتے ہوئے اس سے مخاطب ہوئے یہاں تک کہ مقابل خود بخود آپ ﷺ کے طرز تخاطب سے مسحور ہو جاتا۔آپ ﷺ افصح العرب تھے جیسا کہ آپ ﷺ نے خود ارشاد فرمایا:

(انا افصح العرب) (۲)

”میں عرب میں سے فصیح ترین ہوں۔“

چونکہ آپ کی پیدائش قبیلہ قریش میں ہوئی اور پرورش قبیلہ بنو سعد میں ہوئی اور یہ دونوں قبیلے فصاحت وبلاغت میں اہل عرب میں سے بہترین تھے اسی لیے حسن بیان، جامعیت، فصاحت وبلاغت اور گفتگو میں نرم روی آپ کی وراثت تھی۔آپ کی زبان حق میں وہ تاثیر تھی کہ آپ کی دعوت پر لوگ ایمان افروز ہوئے۔ یہاں تک کہ مشرکین مکہ بھی آپ کے کلام کو جھٹلا نہ سکے۔

اہل عرب کی مقامی زبانیں اور لہجے مختلف تھے اس کے باوجود آپ مخاطب کی زبان میں اس سے فصیح تر کلام کرتے حتیٰ کہ زبان دان حیران رہ جاتے تھے۔آپ ﷺ کو ہر زبان پر عبور حاصل تھا۔ڈاکٹر مشتاق الرحمٰن صدیقی نبی اکرم ﷺ کے طرز تکلم کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں:

”معلم کامل ﷺ حمد وثنا کے بعد اپنی گفتگو کا آغاز فرماتے، انداز بیان انتہائی صاف اور شستہ ہوتا۔نرم خوئی، خیر خواہی اور لطافت آمیز طرز تعلیم آپ ﷺ کی حکمت تعلیم کے بنیادی اوصاف تھے۔نبی اکرم ﷺ کی

امتیازی شان یہ تھی کہ آپ ﷺ کو "جوامع الکلم" عطا کیے گئے تھے۔ یہ نبی کریم ﷺ کے وہ مختصر جملے یا کلمے ہیں جو معنوی لحاظ سے بڑی وسعت رکھتے ہیں۔ کم سے کم لفظوں میں زیادہ سے زیادہ معانی پیش کرنے میں معلم آخر الزماں ﷺ اپنی مثال آپ تھے۔" (۳)

علامہ حلبیؒ اس سلسلے میں بیان کرتے ہیں:

"وکان ﷺ یتکلم بجوامع الکلم:ای بالکلام القلیل الالفاظ الکثیر المعانی۔ فصلاً لا فضول فیه ولا تقصیر۔"(۴)

"نبی کریم ﷺ جوامع الکلم کے ذریعے کلام کرتے: یعنی ایسا کلام جس کے الفاظ قلیل ہوں اور معنی کثیر ہوں، واضح ہو، اس میں فضول گوئی نہ ہو اور نہ ہی تقصیر موجود ہو۔"

نبی کریم ﷺ کی طرز گفتگو جامع، مختصر اور فصیح و بلیغ تھی۔ وحی ربانی اور دانش نبوی ﷺ نے اس میں ایسی تاثیر پیدا کر دی کہ دشمن بھی آپ ﷺ کے سامنے سر جھکانے پر مجبور ہو گئے۔ اور ایسا کیوں نہ ہوتا اس پاکیزہ اور وحی الٰہی سے موید زبان اطہر سے جو کلمات صادر ہوتے وہ نہ صرف مسلمانوں کی بلکہ عالم انسانیت کی فلاح و بہبود کا بیش بہا خزانہ، معاشرتی اور تمدنی زندگی کے بہترین اصولوں کا ایک ایسا دستور العمل بھی تھا جس کی نظیر نہ تو دنیا میں پہلے کہیں موجود تھی اور نہ ہی آج کہیں دکھائی دیتی ہے۔ آپ ﷺ کے فرمان تو وحی الٰہی ہی تھے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ ٱلْهَوَىٰٓ إِنْ هُوَ إِلاَّ وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾ (۵)

"اور وہ اپنی خواہش سے بات نہیں کرتے بلکہ یہ تو وحی ہے جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔"

آپ کی نطق و گویائی کمال فصاحت اور بے مثال بلاغت سے لبریز تھی۔ آپ مخاطبین سے جب گفتگو فرماتے تو ہر لفظ واضح اور مکمل ادا ہوتا کہ سننے والا اسے حفظ کر لیتا تھا۔ غرضیکہ آپ ﷺ کی ذات اطہر ان تمام خصائص نطق و بیان کا مجموعہ تھی جو بہترین کلام اور طرز تخاطب کا حصہ ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے گفتگو اور طرز بیان کے لیے جو اصول اور نوعیتیں اختیار فرمائیں ان میں خطابت، درس، محاضرہ، مباحثہ، امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور کتابت سبھی شامل ہیں۔

☆۔خطابت:

خطابت اہل عرب کے اظہار بیان کا طاقتور منبع تھی اسی لیے وہ خطبات کی صورت میں اپنے پیغام کو پہنچایا کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے بھی جب دعوت و تبلیغ کا کام شروع کیا تو کوہ صفا پر چڑھ کر اسی طرز تخاطب کو اپناتے ہوئے دین اسلام کی طرف دعوت دی۔ ڈاکٹر خالد علوی نبی کریم ﷺ کی خطابت کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

"اسلامی انقلاب کے اولین خطیب خود داعی انقلاب تھے۔آپ ﷺ کی خطابت میں بلا کی تاثیر تھی۔اس خطابت کو وحی الٰہی اور دانش نبوی نے بے حد موثر بنا دیا تھا۔آپ کے عہد کا ہر عرب آپ کی اس حیثیت کے سامنے سر تسلیم خم کر چکا تھا۔" (٦)

خطابت کے لیے جن اصولوں کو مد نظر رکھنا ضروری ہوتا ہے وہ تمام خوبیاں نبی اکرم ﷺ کی ذات مبارک میں بدرجہ اتم موجود تھیں ۔آپ قرآن مجید کی عملی تفسیر تھے۔آپ نے اپنی خطابت کی اثر انگیزی کے لیے قصص بھی بیان فرمائے اور سوالات بھی کیے،آپ ﷺ کی ذات منفرد بھی تھی اور سب کے لیے عملی نمونہ بھی،آپ میں اطمینان و بلندی نفس بھی کامل درجے کا تھا۔غرضیکہ وہ تمام تخصصات جو خطیب کے اعلیٰ پائے کے درجے کو واضح کرتے ہیں آپ کی خطابت میں عیاں تھے۔علامہ جاحظؒ رسول اللہ ﷺ کی بلاغت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

"لم ينطق الاعن ميراث حكمة لم يتكلم لا بكلام قدحف بالعصمة يبذالخطب الطوال بالكلام القصير،ولا يلتمس اسكات الخصم الا بما يعرفه الخصم ولايحتج الا بالصدق،ولا يطلب الفلح الابالحق ولايستعين بالخلابة۔ ولا يستعمل المواد به ثم لم يسمع الناس بكلام قط اعم نفعا ،ولا اصدق لفظا،ولا اعدل وزنا،ولا اجمل مذهبا،ولا اكرم مطلبا،ولا احسن موقعا،ولا اسهل مخرجا،ولا افصح عن معناه ولا ابين فى نحوٰه من كلامه۔"(٧)

"آپ ﷺ صرف حکیمانہ گفتگو فرماتے اور معصوم کلام فرماتے۔طویل بات کو مختصر الفاظ میں ادا فرما دیتے۔مقابل کو صرف ایسی دلیل سے خاموش کراتے جس سے وہ آگاہ ہو اور گفتگو میں حق کے ذریعے دوسرے پر غلبہ حاصل کرتے۔کسی کو دھوکہ نہ دیتے،کسی کو شک میں نہ ڈالتے۔لوگوں نے آپ ﷺ کے کلام سے زیادہ نفع بخش،لفظوں کے اعتبار سے سچا،وزن کے اعتبار سے قابل اعتماد،جمیل المذہب،عمدہ مطلب والا،موقع کے اعتبار سے حسین،مخرج کے لحاظ سے آسان اور معنی کے لحاظ سے فصیح اور مقصود کے اعتبار سے واضح نہیں سنا۔"

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اتنی حسین آواز سے نوازا تھا کہ دشمن بھی مبہوت رہ جاتے اور آپ ﷺ کے کلام سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتے تھے۔یہ آپ ﷺ کی خطابت کی اہم خصوصیت تھی جو ہر خطیب کو حاصل نہیں ہوتی۔ایک اچھے خطیب کے لیے ضروری ہے کہ عمدہ اور سہل انداز گفتگو اختیار کرے تاکہ اس کے خطاب کا مقصد پورا ہو سکے اور سامعین بات کو اچھی طرح سمجھ سکیں۔نبی کریم ﷺ میں یہ خوبی بدرجہ اتم

موجود تھی۔آپ ﷺ کی گفتگو میں وضاحت اور ٹھہراؤ نمایاں تھا۔آپ ﷺ تیز تیز کلام نہیں کرتے تھے بلکہ اتنی ٹھہر ٹھہر کر بات کرتے کہ ہر سننے والا اسے فوراً حفظ کر لیتا تھا۔حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے روایت ہے:

"کان فی کلام رسول اللہ ﷺ ترتیل او ترسیل۔"(۸)

"رسول اللہ ﷺ کے کلام میں ترتیل یا ترسیل تھی۔"

ملا علی قاریؒ لفظ ترتیل کی وضاحت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ان المراد منھا انہ کان لا یعجل فی ارسال الحروف،بل یلبث فیھا،ویبینھا تبیینا لذاتھا من مخارکھا وصفاتھا،وتمیزا لحرکاتھا وسکناتھا۔وخلاصۃ الکلام نفی العجلۃواثبات التودۃ۔" (۹)

"بیشک اس سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ حروف کو بولتے وقت جلدی نہ کرتے بلکہ ان کے دوران توقف فرماتے اور عمدگی سے بیان فرماتے کہ ان کے مخارج اور صفات نکھر کر سامنے آتے اور ان کی حرکات و سکنات واضح ہو جاتیں۔اور بیان کا مقصد جلد بازی کی نفی اور ٹھہراؤ کو ثابت کرنا ہے۔"

نبی کریم ﷺ کی زبان مبارکہ سے نکلا ہوا ہر لفظ حکمت ودانش کا مظہر ہے۔آپ ﷺ نے موقع وحالات کی مناسبت سے حکمت ودانش کے پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے لوگوں کو مخاطب کیا۔آپ ﷺ کی پُر حکمت خطابت سے پتھر دل بدّو عرب بھی موم کی طرح پگھل گئے اور پوری دنیا کے لیے مثال بن گئے۔

☆۔درس و تعلیم:

خطبات کے ساتھ ساتھ نبی اکرم ﷺ نے درس وتدریس اور تعلیم کے حوالے سے بھی لوگوں سے کلام و گفتگو کی۔ایک معلم ہونے کی حیثیت سے آپ میں وہ تمام اوصاف اور تخصصات کامل موجود تھے جو ایک معلم میں ہونے چاہئیں۔آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے انسانی تربیت کے لیے ہی مبعوث فرمایا تھا۔جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے خود ارشاد فرمایا:

(انما بعثت معلما) (۱۰)

آنحضرت ﷺ کا فن تدریس،اسالیب تدریس،وسائل تعلیم کا انتخاب اور انسانی نفسیات کے مطابق تدریس ایک عظیم نمونہ ہے۔آپ ﷺ نے مختلف مواقع پر طویل اور مختصر درس دیے۔بعض دفعہ درس دینے کے لیے خود عمل کر کے دکھایا اور بعض اوقات مختلف انداز تدریس سے وضاحت کر دی۔آپ ﷺ کے درس کا طریقہ بہتر اور اعلیٰ اسلوب پر مبنی تھا۔سلسلہ درس وتدریس کے لیے لازم ہے کہ معلم اور مخاطبین کی توجہ ایک دوسرے کی جانب مبذول ہو۔حضور اکرم ﷺ گفتگو کے آغاز سے قبل پوری طرح صحابہ کرامؓ اور دیگر مخاطبین کی طرف متوجہ ہوتے اور ان کی توجہ اور انہماک کو اپنی طرف مرکوز رکھنے کے لیے مختلف انداز اور تدابیر اختیار فرماتے تھے۔جس طرح آنحضرت ﷺ خطبات کے حوالے سے فصاحت وبلاغت اور ترتیل وفصل جیسے

تخصصات رکھتے تھے اسی طرح درس و تعلیم میں بھی آپ ﷺ کی گفتگو فصیح و بلیغ اور وضاحت سے بھرپور ہوتی تھی۔آپ ﷺ نہ بہت تیز بولتے نہ بہت آہستہ بلکہ ایک ٹھہراؤ اور وضاحت موجود ہوتی کہ ہر سننے والا اس کو بآسانی سمجھ لے۔حضرت عائشہؓ نے نبی کریم ﷺ کے طرز تخاطب کے حوالے سے بیان کیا ہے:

((ماکان رسول الله ﷺ یسرد سردکم هذاولکنه کان یتکلمه بکلامه بین فصل بحفظه من جلس الیه۔)) (۱۱)

”رسول اللہ ﷺ کی گفتگو تم لوگوں کی طرح لگاتار جلدی جلدی نہیں ہوتی تھی بلکہ وہ واضح اور صاف صاف گفتگو فرماتے جو بھی آپ کے حضور بیٹھا ہوتا اس گفتگو کو یاد کرلیتا تھا۔“

آپ ﷺ کے درس کی یہ اہم خصوصیت ہے کہ اس میں فصاحت و بلاغت اور ترتیل و فصل موجود ہوتی تھی۔یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ اور دیگر سامعین آپ ﷺ کے درس کے دوران مکمل توجہ اور یکسوئی کے ساتھ بیٹھے ہوتے تھے۔رسول اکرم ﷺ اپنے درس میں موضوع سے متعلق مناسب اشارات ، تمثیلات اور نقشے بنا کر بھی تعلیم دیتے اور بات کی اہمیت کو واضح کرتے تھے۔امام بخاریؒ نے اس سلسلے میں ابو موسیٰؓ سے روایت نقل کی ہے کہ:

(قال رسول الله ﷺ:المومن للمومن کالبنیان یشدّ بعضه بعضاً۔ثم شبّک بین اصابعه۔)(۱۲)

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:ایک مومن دوسرے مومن کے لیے عمارت کی مانند ہے جس کا ایک حصہ دوسرے کو مضبوط کرتا ہے پھر آپ نے اپنی انگلیوں کو قینچی کی طرح کیا۔"

آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے مثال دے کر اہل ایمان کی باہمی محبت واخوت کی اہمیت کو واضح فرمایا۔یہ انداز تدریس اور امتیازی تخصص رسول اللہ ﷺ کو ہی حاصل تھا جنھوں نے تعلیم دینے کے لیے مختلف طریقے اختیار فرمائے اور بحیثیت معلم بہترین تربیت اور رہنمائی فرمائی۔رسول اللہ ﷺ کا تخصص یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ جس کام کا حکم دیتے ، تعلیم وتدریس کرتے پہلے اس پر خود عمل کر کے دکھاتے تھے۔آپ ﷺ کی پوری زندگی عملی نمونہ تھی۔اگرآپ ﷺ نے نماز کے متعلق تلقین فرمائی تو پہلے خود اس کی باقاعدگی اور عمل کر کے دکھایا،ذکر الٰہی سے لے کر عبادات تک آپ ﷺ نے خود عمل کیا اور دوسروں کو کرنے کا طریقہ بتایا۔عبادات ہوں یا اخلاقیات، معاملات ہوں یا سیاسیات آپ ﷺ نے ہر میدان میں خود عملی نمونہ بن کر دکھایا حتیٰ کہ روزمرّہ کے کام بھی آپ ﷺ کے دست مبارک سے پایہ تکمیل کو پہنچتے تھے۔رسول اللہ ﷺ بعض اوقات صحابہ کو متوجہ کرنے اور ان کے علم کو پرکھنے کے لیے استفہامیہ انداز بھی اپناتے تھے اور غلطی پر تنبیہہ بھی کرتے تھے۔نبی کریم ﷺ دوران تعلیم مخاطبین سے استفسار بھی فرماتے تھے اور ان کے

حالات کو بھی پیش نظر رکھتے تھے۔درس میں یہ اصول غور وفکر کی طرف دعوت دیتا ہے اور جب اس کا جواب بتایا جائے تو اس کے لیے مکمل راغب ہوں۔حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے:

(قال رسول الله ﷺ:ان من الشجر شجرة لا يسقط ورقها،وانها مثل المسلم،فحدثونى ما هى؟ فوقع الناس فى شجر البوادى۔قال عبداللهؓ:ووقع فى نفسى انها النخلة فاستحييت۔ثم قالوا:حدثنا ما هى يا رسول اللهﷺ! قال: هى النخلة۔) (۱۳)

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:درختوں میں سے ایک درخت ایسا ہے کہ اس کے پتے نہیں جھڑتے اور وہ یقینا مسلمان کی مانند ہے پس تم مجھے بتلاؤ کہ وہ کون سا ہے؟لوگوں کا خیال جنگل کے درختوں کی طرف دوڑا۔حضرت عبداللہؓ نے بیان کیا کہ میرے دل میں آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے لیکن میں شرمایا۔پھر انہوں نے عرض کیا:یارسول اللہ ﷺ ہمیں بتلایئے وہ کون سا درخت ہے؟آپ ﷺ نے فرمایا:وہ کھجور کا درخت ہے۔"

اس طرح استفسار کرنے سے مخاطبین میں غور وفکر کو ابھارا جاتا ہے اور اس بات کی ترغیب دی جاتی ہے کہ وہ اپنی سمجھ بوجھ اور علم کے مطابق اس کا جواب دیں۔رسول اللہ ﷺ کا ہی یہ تخصص تھا کہ اسلوب استفسار کے ذریعے مخاطبین کے فہم کو پرکھا۔علامہ عینیؒ حدیث مبارکہ کی شرح میں بیان کرتے ہیں:

"فيه استحباب القاءالعالم المسالة على اصحابه ليختبرا فهامهم ويرغبهم فى الفكر۔"(۱۴)

"اس میں عالم کا اپنے شاگرد کی سمجھ بوجھ جانچنے اور انہیں غور وفکر کی ترغیب دینے کے لیے ان سے استفسار کرنے کا استحباب ہوتا ہے۔"

ایک بہترین معلم وہ ہوتا ہے جسے اپنے متعلّمین کی خصوصیات اور صلاحیتوں سے واقفیت حاصل ہو۔رسول اکرم ﷺ کا یہ وصف تھا کہ آپ ﷺ مخاطب کی شخصیت اور اس کی صلاحیتوں سے متعلق بخوبی آگاہ ہوتے تھے اور اس سے اسی کے مطابق معاملہ فرماتے تھے۔رسول اللہ ﷺ کی تعلیم تدریجاً تھی۔آپ ﷺ نے یکبارگی تمام احکامات کی پابندی عائد نہیں کی بلکہ قرآنی اسلوب کی طرح پہلے عقائد وعبادات کی تعلیم دی پھر معاملات کے متعلق درس دیا۔یہ انسانی فطرت ہے کہ کسی بھی حکم کو بالفور قبول نہیں کرتی بلکہ پہلے اس کام کے سرانجام دینے کے لیے ذہنی طور پر تیار اور پختہ کیا جاتا ہے جب ذہنی پختگی وآمادگی واضح اور راسخ ہو جاتی ہے تو پھر اس کام پر عمل کرنے کا حکم دے دیا جاتا ہے جس پر انسانی نفس مطمئن ہو کر عمل پیرا ہو جاتا ہے۔یہی خصوصیت نبی اکرم ﷺ کے طرز تدریس میں نمایاں نظر آتی ہے۔

غرضیکہ نبی کریم ﷺ وضع قطع، لباس وعادات اور حسن اخلاق سب میں ایک مکمل، جامع اور مثالی نمونہ تھے۔آپ میں بحیثیت معلم وہ تمام تخصصات موجود تھے جو کسی بھی معلم میں جمع نہیں ہو سکتے۔

☆المحاضرۃ(لیکچر):

رسول اللہ ﷺ کی خطابت میں ہی محاضرۃ کا پہلو نمایاں ہوتا ہے۔آپ ﷺ نے خطبہ اور درس وتدریس کی طرح محاضرۃ کی صورت میں بھی طرز تکلم فرمایا۔ نبی اکرم ﷺ کے دور میں عموماً وعظ دیا جاتا تھا جو محاضرۃ سے ہی شباہت رکھتا ہے۔آپ ﷺ اکثر مسجد نبوی ﷺ میں وعظ دیا کرتے تھے جس میں مختلف موضوعات کے حوالے سے تعلیم وتربیت کی جاتی تھی۔آپ ﷺ نے مختلف غزوات وسرایا اور دیگر کئی موقعوں پر بھی وعظ فرمایا۔وعظ/محاضرۃ کی صورت میں بھی انداز تخاطب انہی خصائص سے لبریز تھا جو ایک متکلم کے کلام میں موجود ہوتا ہے۔ ایلیا حاوی نے اس حوالے سے تحریر کیا ہے:

"الا ان الموضوعات الوعظية التعليمية هى الاغلب على خطبه،وہى ذات صفة ارشادية عامة،يدعوا فيها الى الخير والامتناع عن مواقعة الشرّ،دون تحديد وتقييد،كما فى الفلذات التشريعية۔فهو،حيناً،يحضهم على التخلى عن نخوة الجاہلية وعصبيتها وتعظمها بالاصل،اذ كانت هذه الامور سبيلاً دائماً للفرقة والشقاق بين العرب۔" (15)

"مگر یہ کہ تعلیمی موضوعات پر مبنی خطبات ان کے خطبوں میں نمایاں ہوتے تھے۔اور آپ ﷺ کی ذات مبارکہ عام ارشادات سے متصف ہے جس میں نیکی کی طرف دعوت اور برائی سے اجتناب کا حکم ہے سوائے سختی اور مقید کرنے کے۔جیسا کہ فلذات التشریعہ میں موجود ہے۔پس آپ ﷺ نے انہیں جاہلی عصبیت اور طریقوں کو ان کی اصل سمیت ترک کرنے پر ابھارا جبکہ یہ امور اہل عرب کے مابین دائمی جدائی اور پھوٹ ڈالنے کے لیے کیے جاتے تھے۔"

آپ ﷺ کا یہ تخصص تھا کہ آپ ﷺ کو جامع الکلام عطا فرمایا گیا تھا۔ مصطفیٰ صادق رافعی آپ ﷺ کے اسلوب تکلم کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"اذانظرت فيما صح نقله من كلام النبىﷺ على جهة الصناعتين اللغوية والبيانية،رايته فى الاولى مسدد اللفظ محكم الوضع جزل التركيب۔متناسب الاجزاءفى تاليف الكلمات:فخم الجملة واضح الصلة بين اللفظ ومعناه واللفظ وضريبه فى التاليف والنسق،ثم لا ترى فيه حرفاً مضطرباً؛ولا لفظة مستدعاة لمعناہااو مستكرہة عليه؛ولا كلمة غيرهاتم منهاداءً للمعنى وتاتيالسره فه الاستعمال؛ورايته فى الثانية حسن المعرض،بين الجملة،واضح

التفضيل، ظاهر الحدودجيد الرصف،متمكن المعنى؛واسع الحيلة فى تصريفه،بديع الاشارة،غريب اللمحة،ناصع البيان،ثم لا ترىٰ فيه احالة ولا استكراهاً،ولاترىٰ اضطراباً ولا خطلاً ولااستعانة من عجز،ولا توسعاً من ضيق،ولاضعفاً فى وجه من الوجوه" (١٦)

"جب میں نے کلام نبوی ﷺ کو دیکھا تو میں نے لغوی اور بیانیہ دونوں لحاظ سے درست پایا، پہلی بات جو میں نے دیکھی وہ اس میں الفاظ کی پختگی، ترکیب کی مضبوطی، کلمات کی بناوٹ میں متناسب اجزاء کا استعمال، جملے لفظ اور معنی کے اعتبار سے مربوط اور واضح، اور الفاظ بھی اپنے نظم اور بناوٹ میں جڑے ہوئے ہیں۔ اس میں کوئی حرف مضطرب نظر نہیں آتا اور نہ ہی اس کا معنی بے جوڑ اور ناپسندیدہ ہے۔ اور ہر کلمہ اپنے معنی کی ادائیگی کے اعتبار سے کامل اور استعمال میں آسان ہے۔ اور دوسری بات جو دیکھی وہ بیان کی خوبصورتی، واضح جملے، واضح فضیلت رکھنے والے، حدود کو ظاہر کرنے والے، بہترین اوصاف کے حامل، معنی کے لحاظ سے مضبوط، اس کو بیان کرنے میں وسیع حیلہ لیے ہوئے، اشارے کی وضاحت، وقت کی اجنبیت، خیر خواہی کا بیان ہے۔اس میں کسی بات کا حائل ہونا اور ناپسندیدگی نظر نہیں آتی نہ ہی اضطراب، ٹیڑھاپن، عاجزی کی وجہ سے مدد طلب کرنا، تنگی سے وسعت اور نہ وجوہ میں سے کسی وجہ کی کمزوری پائی جاتی ہے۔"

آپ ﷺ کے اسلوب تکلم میں یہ پہلو شامل ہوتا تھا کہ آپ ﷺ سامع کی ذہنی سطح اور استعداد کار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اس سے گفتگو فرماتے۔ جمعہ وعیدین کے خطبوں میں جو وعظ دیا جاتا وہ حالات وواقعات اور ضرورت کے ساتھ ساتھ مخاطبین کی نفسیات کے بھی عین مطابق ہوتا تھا۔ وعظ یا محاضرۃ سے قبل ایک متعین ہدف کا معلوم ہونا ضروری ہوتا ہے تاکہ کلام کا مقصد حاصل ہو سکے۔ نبی کریم ﷺ کو یہ بھی تخصص حاصل تھا کہ آپ ﷺ جب گفتگو شروع فرماتے تو آپ ﷺ کے سامنے ایک مخصوص ہدف اور مقصد پیش نظر ہوتا تھا اور آپ ﷺ جو پیغام پہنچانا چاہتے تھے اس کو بہترین اسلوب سے پہنچا دیتے تھے۔ سیرت کے اوراق کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے زیادہ باریک بین، پختہ نظر اور عمدہ اصلاح کرنے والا اس دنیا میں کبھی موجود ہی نہیں رہا ہے۔ آپ ﷺ نہ صرف وعظ ونصیحت کرنے پر اکتفا فرماتے بلکہ سامعین پر ان کے اثرات کا بھی جائزہ لیتے تھے تاکہ اگر انہیں کسی قسم کی دشواری کا کوئی مسئلہ درپیش ہو تو اسے دور کرنے میں ان کی مدد کی جائے۔ رسول اللہ ﷺ جب وعظ فرماتے تو مخاطب کو غور وفکر کی دعوت بھی دیتے

تاکہ غور وفکر کے ذریعے عقلی استدلال تک رسائی حاصل کر سکیں۔ڈاکٹر خالد علوی عقلی استدلال کے حوالے سے وضاحت کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

"حکمت تبلیغ کا تقاضا ہے کہ مخاطب کو غور وفکر کی دعوت دی جائے اور اسے تفکر وتدبر کی راہ پر ڈالا جائے۔ عقلی دلائل اور مشاہداتی براہین کے ذریعہ دعوت حق کو موثر بنایا جائے۔ مذاہب عالم کی تاریخ میں نبوت محمدیہ ایک منفرد ربانی آواز ہے جس نے محض حاکمانہ قانون اور آمرانہ احکام کی بجائے عقل انسانی کو مخاطب کیا، غور وفکر کی دعوت دی اور فہم وتدبر کا مطالبہ کیا۔اس نے اپنی تعلیم کے ساتھ اس کی خوبی، مصلحت اور حکمت خود ظاہر کی اور بار بار مخالفوں کو آیات الٰہی میں غور وفکر کی ہدایت کی۔"[۱۷]

آپ ﷺ کے طرز تخاطب کا یہ وصف تھا کہ آپ ﷺ دوران محاضرۃ اہم امور اور پہلوؤں کی طرف متوجہ فرماتے تھے۔اس مقصد کے لیے آپ ﷺ کبھی مخاطبین سے سوال کے ذریعے استفسار فرماتے اور کبھی کسی اہم نکتے پر زور دینا ہوتا اور اس کی اہمیت واضح کرنا مقصود ہوتا توآپ ﷺ اعادہ اور تکرار کا اسلوب اپناتے تھے۔رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(ویل للذی یحدث فیکذب لیضحک بہ القوم،ویل لہ ویل لہ۔)[۱۸]

"اس کے لیے ویل(عظیم بربادی) ہے جو لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولتا ہے اس کے لیے ویل ہے اس کے لیے ویل ہے۔"

یہ اسلوب نبی آخرالزماں ﷺ کے وصف کو نمایاں کرتا ہے کہ کس طرح آپ ﷺ سامعین کے ذہنوں پر اہم نکات وامور کو ثبت کرنے کے لیے مختلف انداز اختیار فرماتے تھے۔رسول اللہ ﷺ نے عرب کے جاہل لوگوں میں اپنے اسلوب تخاطب سے ذہنی و قلبی انقلاب برپا کر دیا۔وہ لوگ جو بتوں کی پوجا اور جاہلی رسومات اور اقدار میں جکڑے ہوئے تھے،آپ ﷺ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے خالصتاً توحید کے پیروکاراور اسلامی اقدار پر عمل پیرا ہو کر پوری دنیا کے لیے عملی نمونہ بن گئے۔آپ ﷺ نے اپنی تقاریر، وعظ، محاضرۃ، خطاب وغیرہ کے ذریعے تعلیم وتربیت کرتے ہوئے لوگوں کے قلوب واذہان کو متاثر کیا جس نے عرب معاشرے کی کایا ہی پلٹ دی۔آپ کے اسلوب کلام کا ہی وصف تھا کہ آپ نے اتنے قلیل عرصے میں حکمت سے کام لیتے ہوئے اپنے پُر تاثیر کلام کے ذریعے ایک پوری امت مسلمہ کو تشکیل دیا۔ مخاطبین میں ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ جاہلیت کا مکمل طور پر خاتمہ ہو گیا اور دین اسلام نے ایک نئی ثقافتی وتہذیبی بنیاد ڈال دی۔

☆مجادلہ حسنہ:

رسول اللہ ﷺ نے مجادلہ حسنہ کے ذریعے لوگوں کو مخاطب فرمایا۔آپ مخاطب سے مجادلہ حسنہ کے وقت نہایت حکیمانہ اسلوب تکلم اختیار فرماتے کہ وہ اس سے مطمئن ہو جاتا۔آپ کے لہجے کی نرمی، گفتگو

کی سلاست و روانی، طرز بیان کی عمدگی، کلام پر عبور، مخاطب کی نفسیات کے مطابق انداز تخاطب اور مدلّل بحث مخالف شخص کو بھی گرویدہ بنالیتی تھی۔

اگرچہ رسول اللہ ﷺ زیادہ بحث و مباحثہ اور بات میں جھگڑے کے انداز کو ناپسند فرماتے تھے اور جہاں کہیں ایسا موقع پیش آجاتا تو آپ ﷺ خاموشی کو ترجیح دیتے یا بہترین انداز میں معاملے کو ختم کر دیتے تھے۔اس صورت میں بھی آپ ﷺ کے لہجے میں نرمی اور سلاست موجود ہوتی تھی۔چونکہ کلام میں نرمی وسلاست سے مخاطب کی طبیعت میں غصہ اور عناد پیدا نہیں ہوتا اس لیے رسول اللہ ﷺ مجادلہ حسنہ کے ذریعے رفق وحلم جیسی عظیم خصوصیات کو اختیار فرماتے تھے۔آپ ﷺ دوران مجادلہ بھی گفتگو میں اتنی تیزی اور بلندی اختیار نہ فرماتے کہ جھگڑے کا گماں ہو۔بلکہ آپ مناسب انداز اور ضرورت کے مطابق آواز کے اتار چڑھاؤ کے ذریعے مخاطب سے مدلّل بحث فرماتے تھے۔آپ کے انداز میں فخر ومباہات کا شائبہ تک نہ تھا۔اہل عرب میں دور جاہلیت میں مفاخرت ومنافرت اور نسل پرستی کا بہت رواج تھا۔ حتیٰ کہ وہ اس کو اپنی خطابت اور شاعری کے زور سے واضح کرتے تھے۔لیکن نبی اکرم ﷺ کی خطابت ہو یا تدریس، محاضرۃ ہو یا مجادلہ آپ کا کلام ان تمام عیوب ونقائص سے مبرّا تھا۔مصطفیٰ صادق رافعی اس حوالے سے بیان کرتے ہیں:

"ان رسول اللہ ﷺ کان افصح العرب علی انه لا یتکلف القول ولا یقصدالی تزینیه ولا یبغی الیه وسیلة من وسائل الصنعة ولا یجاوز به مقدار الّا بلاغ فی المعنی الذی یریده۔" (19)

"رسول اللہ ﷺ تو افصح العرب تھے علاوہ ازیں آپ ﷺ کے کلام میں نہ تو تکلف تھا، نہ آپ ﷺ اسے سجانے کا قصد فرماتے اور نہ تصنع کے وسائل میں سے کسی وسیلے کے متلاشی ہوتے۔بلکہ مطلوبہ معنی ادا کرنے کی مقدار سے آپ ﷺ کا کلام تجاوز نہیں کرتا تھا۔"

ایک مبلغ وداعی کے کلام کے پُرتاثیر ہونے کے لیے ضروری ہے کہ دوران گفتگو اور مجادلہ مخالف کے ذہن میں کسی قسم کی نفرت، حمیّت اور تعصّب کو پیدا نہ ہونے دیا جائے تاکہ وہ حق وباطل کو پہچان سکے۔یہی تخصص رسول اللہ ﷺ کے طرز تخاطب میں موجود تھا۔آپ ﷺ جب مجادلہ حسنہ کی صورت میں مخاطب ہوتے تو مخالف فریق میں کسی قسم کا تعصّب اور تحقیر آمیز رویہ پیدا نہ ہونے دیتے یہاں تک کہ وہ آپ ﷺ کی گفتگو اور نظریات کا قائل ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔آپ ﷺ کا کلام سراپا حکمت ودانش کی میراث تھا۔اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حکمت، موعظت حسنہ اور مجادلہ احسن کے ذریعے انداز تخاطب اختیار کرنے کا حکم دیا، نبی اکرم ﷺ اس کی عملی تفسیر تھے۔آپ ﷺ نے حکمت ودانش کے ہر پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے گفتگو کی۔آپ ﷺ جہاں مخاطب کی نفسیات کے مطابق بات کرتے وہیں اس کے مقام ومرتبے اور موقع ومحل کو بھی پیش نظر رکھتے تھے۔اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کا یہ بھی تخصص تھا کہ آپ ﷺ بلاوجہ وموقع ومحل

کلام کو طول دینے سے گریز فرماتے تھے۔ مختصر مگر جامع بات میں ایسا مفہوم پنہاں ہوتا کہ سینکڑوں معاملات کا حل آپ ﷺ کے ایک مختصر پُر مغز جملے سے واضح ہو جاتا تھا۔

vi۔ فصاحت و بلاغت اور مخاطب کی زبان میں ہمکلام ہونا:

رسول اللہ ﷺ افصح العرب تھے اور فصاحت و بلاغت میں آپ کا کوئی ثانی نہ تھا۔آپ مخاطبین سے ان کے لہجے اور زبان میں ہمکلام ہوتے تا کہ ان پر بات کو واضح کر سکیں۔ڈاکٹر خالد علوی فصاحت و بلاغت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"خطیب کا فصیح و بلیغ ہونا شرط ہے۔آپ ﷺ کی فصاحت و بلاغت مسلّم ہے۔آپ ﷺ کو زبان پر اس قدر قدرت تھی کہ آپ ﷺ ہر قبیلے کے لہجے میں بات کر سکتے تھے۔"(۲۰)

حضرت ابو بکرؓ کا قول ہے:

"لقد طفت فی العرب وسمعت فصحاءهم فما سمعت افصح منک۔فمن ادبک؟((قال:ادبنی ربی فاحسن تادیبی۔))" (۲۱)

"میں عرب میں بہت گھوما پھرا ہوں، بہت سے فصیح و بلیغ لوگوں کی باتیں سنیں لیکن آپ ﷺ سے زیادہ فصیح اللسان کوئی نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ کو کس نے ادب سکھایا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے میرے رب نے ادب سکھایا اور بہت خوب سکھایا۔"

یہ رسول اللہ ﷺ کی طرز گفتگو کا وصف تھا کہ آپ ﷺ کو ہر کلام پر قدرت کاملہ عطا کی گئی تھی اور آپ مجادلہ حسنہ کے ذریعے مخالف کی شخصیت کو حق بات پر قائل کر لیتے تھے۔

☆امر بالمعروف و نہی عن المنکر:

امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہر نبی و رسول کا فریضہ ہوتا ہے۔رسول اکرم ﷺ اس فریضے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے تشریف لائے۔اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿خُذِ ٱلْعَفْوَ وَأْمُرْ بِٱلْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ ٱلْجَاهِلِينَ﴾ (۲۲)

"در گزر کریں اور نیکی کا حکم دیں اور جاہلوں سے اعراض کریں۔"

رسول اللہ ﷺ جب بھی تبلیغ کرتے اور کسی نئی قوم یا افراد کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا حکم دیتے تو شریعت کے تمام احکام کا بوجھ یکبارگی نہیں ڈالتے تھے بلکہ انسانی نفسیات کے مطابق حکمتِ تدریج کو پیش نظر رکھتے تھے۔رفتہ رفتہ احکامات کو بیان کرتے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی تلقین فرماتے تھے۔یہی اسلوب اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اختیار فرمایا۔آپ چونکہ قرآن مجید کی عملی تفسیر تھے۔اسی لیے قرآنی ہدایات کے مطابق آپ

پہلے عقائد ،توحید ورسالت کو پیش کرتے ،جب مخاطبین اس میں پختگی حاصل کر لیتے تو پھر آپ عبادات نماز،روزہ،زکوۃ،حج کا حکم دیتے اور پھر معاملات کے متعلق احکامات دیتے تھے۔یہ اصول فطرت کے عین مطابق ہے جو نبی کریم ﷺ کے تخصصات میں شامل ہے۔

سید اسعد گیلانی اس پہلو کی وضاحت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جو انقلاب رسول اکرم ﷺ کے پیش نظر تھا وہ اقتدار کا انقلاب نہیں بلکہ انسان کی تبدیلی کا انقلاب تھا جس کے ذریعے انسان کو اندر سے بالکلیہ بدل کر اسے بندہ نفس کی بجائے بندہ خدا بنانا مطلوب تھا۔ یہ انقلاب اس وقت تک ممکن نہ تھا جب تک اس انقلاب کی اخلاقی ، عملی اور حقیقی بنیادیں مخاطب لوگوں کی نفسیات میں گہری پیوست نہ ہو جائیں۔پھر جو اس کی مخالفت کریں وہ بھی یہ بات جان لیں کہ وہ کن چیزوں کی مخالفت کر رہے ہیں اور جو لوگ حمایت کے لیے آگے بڑھیں وہ بھی دنیوی اور ظاہری امور میں صرف چند تغیرات کی دعوت سمجھ کر آگے نہ بڑھیں بلکہ یہ سمجھ کر آگے آئیں کہ خدا کی توحید کے ساتھ کسی دوسری ہستی کا جوڑ ممکن نہ تھا۔رسول ﷺ کی رسالت کے ساتھ کسی دوسرے شارع یا قائد کی اطاعت گوارا نہ تھی۔آخرت کے حساب کتاب کا احساس رکھتے ہوئے زندگی کا طرز عمل متعین کرنے سے بڑھ کر دوسرا کوئی طرز زندگی انہیں مطلوب نہ تھا۔ سیاست، معیشت، معاشرت، رسوم ورواج اور حکومت واقتدار بدلنے کی بجائے انسان بدلنے کی اس سکیم پر عمل پیرا ہونے کے لیے اس کے سوا دوسری کوئی تدبیر نہ تھی۔انسان کو بدلنے والا انقلاب جب بھی رونما ہوگا وہ سب سے پہلے اس کے عقائد کی بنیادیں بدلے گا۔۔۔چنانچہ اس تبدیلی کی جڑیں انسان کے عقائد کی بنیادوں میں اتارنے کے لیے حضور اکرم ﷺ نے تمام دوسرے مسائل سے صَرف نظر کر کے پورے ۱۳سال صرف اسی کام پر صَرف کیے۔۔۔گویا جب دعوت اسلامی کا آہنی فریم بن گیا تو اس پر تفصیلات زندگی کی شاندار عمارت تعمیر کرنے کا اہتمام بھی ممکن ہو گیا اور تحریک ایک مرحلے سے دوسرے مرحلے میں داخل ہونے کے لیے پختہ اور تیار ہو گئی۔" (۲۳)

رسول اللہ ﷺ لوگوں کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا حکم دینے کے لیے مناسب حالات ومواقع کا خیال رکھتے تاکہ ان پر آپ ﷺ کی بات اثر انداز ہو سکے۔اس سلسلے میں آپ ﷺ نے ہر مناسب وقت میں تعلیم دی اور مختلف اقسام کے لوگوں کو ہر مناسب جگہ پر امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا حکم دیا۔رسول اللہ ﷺ نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں یہ اسلوب بھی اختیار فرمایا کہ پہلے بات کو مجمل انداز میں بیان کرتے اور پھر اس کو مفصّل بیان فرماتے۔یہ اسلوب تخاطب لوگوں میں تجسّس اور موضوع سے آگاہی کو پیدا کرنے کے لیے اپنایا۔ابن ابی جمرہؒ رقمطراز ہیں:

"والحکمة فی ذلک انه عند الاخباربالاجمال یحصل للنفس المعرفةبغاية المذکور،ثم بتقی متشوقة الیٰ معرفة معناه،فیکون ذلک اوقع فی النفس واعظم فی الفائدة۔" (۲۴)

"اس میں حکمت یہ ہے کہ اجمالی طور پر خبر دینے کی صورت میں نفس کو موضوع سخن سے آگاہی ہو جاتی ہے، پھر وہ اس کی تفصیل جاننے کا مشتاق رہتا ہے اور اس کا اثر گہرا اور فائدہ عظیم ہوتا ہے۔"

رسول اللہ ﷺ کا ایک اہم اور امتیازی تخصص یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کو جوامع الکلم عطا فرمائے گئے۔آپ ﷺ کے الفاظ اپنے اندر ایک وسیع سمندر پنہاں رکھتے تھے جن سے متعدد معانی اور مسائل کا حل سامنے آجاتا تھا۔ڈاکٹر ظہور احمد اظہر تحریر کرتے ہیں:

"حضرت رسالت مآب ﷺ کے کچھ ارشادات گرامی ایسے ہیں جو حروف والفاظ کے اعتبار سے تو مختصر اور موجز ہیں مگر معانی کے لحاظ سے بہت وسیع اور بے حد جامع ہیں، محدثین اور عربی ادب کی اصطلاح میں اس نوع کے ارشادات نبوی جوامع الکلم کہلاتے ہیں۔۔۔گویا یہ ایک جامع کلام ہے جس کی امتیازی خوبی کوزے میں دریا بند کرنا ہے الفاظ اور حروف کی تعداد تو بہت قلیل و مختصر ہوتی ہے مگر اس میں فکر و معنی کا بحر زخار پنہاں ہوتا ہے۔" (۲۵)

مصطفیٰ صادق رافعی نے آنحضرت ﷺ کے جوامع الکلم کے تخصص کے حوالے سے بیان کیا ہے:

"ومن کمال تلک النفس العظیمة وغلبة فکره علی لسانه،قل کلامه وخرج قصدا فی الفاظه محیطا بمعانیه،تحسب النفس قداجتمعت فی الجمة القصیرة والکلمات المعدودة بکل معانیها فلا تری من الکلام الفاظا ولکن حرکات نفسیة فی الفاظ ولهٰذا کثرت الکلمات التی انفرد بها دون العرب وکثرت جوامع کلمه،وخلص اسلوبه فلم یقصر فی شی ولم یبالغ فی شی والتسق له من هذاالامر علی کمال الفصاحة والبلاغة ما لواراده مرید لعجز عنه ولوهواستطاع بعضه لماتم له فی کل کلامه لان مجری الاسلوب علی الطبع والطبع غالب مهما تشددالمرءوارتاض ومهماتثبت وبالغ فی التحفظ" (۲۶)

"اس عظیم ہستی کے کمال اور زبان پر فکر کے غلبہ کے نتیجے میں آپ ﷺ قلیل الکلام تھے اس کلام کے الفاظ معتدل انداز میں ادا ہوتے تھے اور اپنے اندر معانی کی گہرائی لیے ہوتے تھے۔دل یہ گمان کرتا ہے کہ مختصر سے جملے اور چند کلمات میں روح نبوت مجتمع ہو گئی ہے۔چنانچہ آپ ﷺ کے کلام میں الفاظ نظر آنے کے بجائے الفاظ میں روحانی تحریکات رواں دواں ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کے کلام میں ایسے کلمات بکثرت ہیں جو عرب میں

صرف آپ ﷺ ہی نے منفردانہ انداز میں بولے، آپ کے جوامع الکلم بے شمار ہیں، پاکیزہ اسلوب ہے، نہ کوئی کمی نہ کوئی مبالغہ، اسی لیے آپ کے کمال فصاحت وبلاغت کو پانے کا ارادہ کرنے والا عاجز رہا، اگر تھوڑا بہت کر بھی سکا مگر کسی کا تمام کلام ایسا نہ تھا کیونکہ اسلوب کا دھارا فطرت کی بنیاد پر ہوتا ہے جس میں ریاضت اور محنت کو دخل نہیں ہوتا۔"

☆کتابت:

نبی اکرم ﷺ نے مخاطبین تک اپنی دعوت کے ابلاغ کے لیے تحریری کاوشوں کو بھی استعمال فرمایا۔آپ ﷺ نے غیر مسلم بادشاہوں کو جو خطوط لکھوائے وہ جامع اور مختصر نویسی کا عظیم شاہکار ہیں۔ایسا شخص جو حضور ﷺ کے بارے میں لاعلم ہو وہ ان خطوط کے ذریعے آپ ﷺ کے متعلق آگاہی حاصل کر لیتا ہے۔یہ نبوی ﷺ کتابت کا اسلوب ہے کہ اجنبی بھی آپ ﷺ کے اسلوب کو دیکھ کر مقصد کو سمجھ لیتا ہے۔جس طرح رسول اللہ ﷺ کے کلام اور طرز گفتگو میں امتیازی تخصصات واضح ہوتے ہیں اسی طرح آپ ﷺ کے خطوط بھی آپ ﷺ کے اسلوب تخاطب کے اہم اوصاف کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔خطوط نبوی ﷺ میں دین کے بنیادی اصولوں کی کار فرمائی بھی واضح طور پر دکھائی دیتی ہے کہ کہیں بھی حضور اکرم ﷺ ذاتی ہیبت اور دبدبے کی بات نہیں کرتے بلکہ دوسرے کی خیر خواہی کے جذبے کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ڈاکٹر ظہور احمد اظہر اس ضمن میں رقمطراز ہیں:

"جس طرح معمول کی گفتار، روز مرّہ زندگی کے مسائل پر گفتگو اور خطبات و تقاریر کسی شخصیت کے علم وفضل، فصاحت و بلاغت اور قادرالکلامی کا پتہ دیتی ہیں اسی طرح مکاتیب ورسائل کا اسلوب بیان بھی انسانی شخصیت کے آئینے کی حیثیت رکھتا ہے جس طرح روز مرہ کی گفتار اور خطابت میں اپنے مخاطبین کی ذہنی صلاحیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے مختلف مواقع پر مختلف و متنوع اسلوب اختیار کرنا ہوتا ہے اسی طرح مکتوبات میں بھی تخاطب کا انداز متفاوت و مختلف ہوتا رہتا ہے، بات کی توضیح و تفہیم کے لیے موزوں الفاظ وکلمات کے ساتھ ساتھ مناسب اسلوب اظہار و تعبیر بھی درکار ہوتا ہے۔الفاظ کی یہی مناسبت اور اسلوب تعبیر کی یہی موزونیت دراصل شخصیت کا ایک آئینہ ہوتا ہے جس میں اس کے دل کی گہرائیاں، زبان کی شیرینی اور خفتہ و پنہاں خصائص وصلاحیتیں جھلکتی ہوئی نظر آتی ہیں۔

سید الکونین افصح العرب والعجم نبی امّی حضرت محمد ﷺ کے جوامع الکلم وخطبات کی طرح آپ کے مکتوبات ورسائل بھی ایک منفرد اسلوب بیان رکھتے ہیں، جسے سہل ممتنع کہا جاسکتا ہے،آپ نے اپنے عہد میمون میں جو مکتوبات مختلف مواقع کی مناسبت سے املاء کرائے تھے وہ بھی جوامع الکلم اور خطبات بلاغت کی صف میں

آتے ہیں اور فصاحت و بلاغت کی ایک اعلیٰ و اجمل مثال پیش کرتے ہیں۔ان کا اسلوب سادہ و سلیس ہے مگر حسن معنی کے ساتھ ساتھ جمال لفظی بھی رکھتا ہے۔" (۲۷)

رسول اللہ ﷺ جس طرح ہر کام کا آغاز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے کرتے تھے اسی طرح مکتوبات میں بھی آپ ﷺ کا طرز عمل واضح ہوتا ہے۔آپ ﷺ سے قبل اہل عرب میں یہ اصول نہیں تھا۔ڈاکٹر ظہور احمد اظہر لکھتے ہیں:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم سے خط کا آغاز کرنے کی طرح آپ ہی نے ڈالی پھر "من فلاں الی فلاں" (فلاں کی طرف سے فلاں کے نام) اور امّا بعد لکھنے کا آغاز بھی آپ ہی نے فرمایا تھا۔"(۲۸)

آپ ﷺ کے اس اسلوب تخاطب سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور یکتا و قادر ہونے کا واضح ثبوت ملتا ہے۔ آپ ﷺ نے بادشاہوں اور روٴساؤں کو جو خطوط لکھوائے وہ صرف اور صرف دعوت الی اللہ پر مبنی تھے۔آپ ﷺ نے انہیں خدائے واحد کی طرف دعوت دی۔اس کے علاوہ آپ ﷺ کے چند خطوط صحابہ کرامؓ اور سپہ سالاروں کی طرف بھی تحریر کئے گئے ملتے ہیں جن میں آپ ﷺ کی ہدایات موجود ہیں۔ڈاکٹر ظہور احمد اظہر اس ضمن میں مزید رقمطراز ہیں:

"اہل کتاب کے بادشاہوں کو کلمہ توحید پر اکٹھا ہونے کی دعوت دیتے ہیں۔اگر وہ دعوت قبول کر لیں تو دوگنا اجر کا وعدہ ہوتا ہے اور اگر انکار کریں تو رعایا کے کفر وانکار کے ذمہ دار ٹھہرائے جاتے ہیں۔" (۲۹)

آپ ﷺ کے خطوط کے ساتھ ساتھ مختلف قبائل کے ساتھ کیے گئے معاہدات بھی آپؐ کی کتابت کے اسلوب کو عیاں کرتے ہیں۔آپ کے مکتوبات میں ایسے معاشرتی، معاشی اور سیاسی فضا کو پُر امن بنانے کے لیے ایسے معاہدات طے کیے گئے جن میں دین اسلام کے اصولوں کے مطابق ہر شخص کی آزادی رائے، حقوق کی پاسداری، مالی و جانی تحفّظ وغیرہ کو یقینی بنایا گیا۔یہ تمام معاہدات وخطوط دعوت الی اللہ کا مظہر ہیں۔

جس طرح رسول اللہ ﷺ کی گفتگو تصنع وبناوٹ اور ریا ونمائش سے پاک ہوتی تھی اسی طرح آپ ﷺ کے مکتوبات بھی اس سے مبرّا تھے۔سید محبوب رضوی اس حوالے سے خصوصیات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"رحمۃ للعالمین ﷺ کے خطوط میں طوالت بیان، عبارت آرائی، تکلف و تصنع اور لفظ وبیان کی نمائش کی بجائے سادگی، حقیقت پسندی، بے تکلفی اور اختصار کا طرز نمایاں ہے۔مکتوبات نبوی ﷺ کے ایک ایک لفظ سے مخاطب کے لیے دردمندی اور خیر اندیشی کے دلی جذبات مترشح ہوتے ہیں،ان کا انداز بیان ازدل خیزد،

بزدل ریزد کی آپ اپنی مثال ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ زمانے کے انقلابات اور لیل ونہار کی ہزاروں گردشوں کے باوجود ان میں آج بھی وہی نور ہدایت اپنی پوری تابناکی اور رعنائی کے ساتھ جلوہ آراء ہے جس نے چودہ سو سال پہلے دنیا میں ایک عظیم انقلاب برپا کر دیا تھا۔" (۳۰)

آپ ﷺ نے جاہلیت کے رواج کو ختم کرتے ہوئے مکتوبات کو بھی تصنع ، سجع، بناوٹ اور نمائش وزیبائش سے پاک رکھا تھا۔رسول اللہ ﷺ کے مکاتیب وفرامین میں صرف خیر خواہی اور بھلائی کا جذبہ تھا۔آپ ﷺ کو اس کے بدلے میں کسی قسم کے اجر کی طلب نہ تھی۔آپ ﷺ کی کتابت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لیے تھی۔اس کے ساتھ ساتھ مکتوبات نبوی ﷺ میں ایجاز واختصار کو اختیار فرمایا گیا اور اس کی طوالت سے اجتناب کیا۔آپ ﷺ نے ضرورت کے مطابق مخاطب فرمایا۔سید محبوب رضوی تحریر کرتے ہیں:

"مکتوبات نبوی ﷺ میں لطافت ہے،انشاء پردازی ہے،ایجاز واختصار ہے،انس ومحبت کی فضا ہے،ان میں عام انسانی جذبے کو متاثر کرنے کے جملہ عناصر موجود ہیں ،جملے عموماً چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا دریا کو کوزے میں بند کر دیا گیا ہے۔خطوط کے الفاظ نہایت معنی خیز ہوتے ہیں۔" (۳۱)

آپ ﷺ نے مختلف حکمرانوں اور بادشاہوں کو بھی خطوط تحریر کروائے اور مسلمانوں کے لیے بھی فرامین لکھوائے۔ان سب میں آپ ﷺ کا انداز تخاطب جدا جدا تھا،اور ان کو مخاطب کر کے احکامات دینے کا انداز بھی جداگانہ تھا۔نبی کریم ﷺ نے ہمیشہ گفتگو کرتے وقت بھی مخاطبین کی ذہنی نفسیات اور ذہنی استعداد کو ملحوظ خاطر رکھا تاکہ ان پر آسانی کا پہلو عمل میں لایا جاسکے۔یہی اسلوب آپ ﷺ کے مکتوبات میں بھی موجود تھا۔آپ ﷺ نے مخاطبین کو ان کی ذہنی سطح کے مطابق مخاطب کیا۔ڈاکٹر ظہور احمد اظہر اس ضمن میں بیان کرتے ہیں:

"جوامع الکلم اور خطبات کی طرح مکتوبات ورسائل میں بھی آپ ﷺ نے اپنے مخاطبین کے مرتبے اور مقام کے علاوہ ان کی ذہنی سطح کو بھی ہر جگہ پیش نظر رکھا۔" (۳۲)

آپؐ نے عیسائی حکمرانوں کو جو خطوط بھیجے ان میں اللہ کے رسول کا عبداللہ ہونے کی وضاحت تھی کیونکہ وہ مسیح علیہ السلام کو ابن اللہ کہتے تھے۔اسی طرح مجوسیوں کو خالصتاً توحید کی دعوت پر زور دیا گیا،زرتشتیوں کو یہ باور کروایا گیا کہ رسول اللہ ﷺ قیامت تک کے لیے تمام مسلمانوں کی رہنمائی وہدایت کے لیے مبعوث کیے گئے ہیں صرف اہل عرب کے لیے مخصوص نہیں۔بت پرستوں کو دعوت الی التوحید دی گئی اور یہودیوں کو بھی شریعت موسوی کے ختم ہونے اور خاتم النبیینؐ ہونے کے دلائل کی وضاحت تورات کے حوالوں سے کی گئی۔یہ تخصّص مکتوبات نبوی کو حاصل ہے کہ ہر شخص کو اس کی ذہنی سطح کے مطابق مخاطب فرمایا گیا۔

آپ ﷺ کے خطوط کا آغاز بسم اللہ سے ہوتا تھا پھر مکتوب اور مکتوب الیہ کا نام درج ہوتا، اس کے بعد سلام اور امابعد کے الفاظ کے ساتھ نفس مضمون کی عبارت تحریر ہوتی تھی جس میں مقصد بیان کیا جاتا تھا۔اس کے بعد سلام کے ساتھ اختتام اور مہر نبوت لگائی جاتی۔ہر خط میں منصوبہ بندی، ترتیب ،الفاظ میں ربط اور عمدگی،سادگی اور جامعیت پائی جاتی ہے۔سید محبوب رضوی مکتوبات نبوی کے اجزائے ترکیبی بیان کرتے ہیں:

"فرامین رسالت عموماً حسب ذیل اجزاء ترکیبی پر مشتمل ہیں:

الف) شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ب) بحثیت مرسل رسول اللہ ﷺ کا اسم گرامی مع ضروری صفات اور کوئی ایسا لفظ جن سے منجانب کا مفہوم ادا ہوتا ہو۔

ج) مکتوب الیہ کا نام مع لقب　　　　د) امن وسلامتی کا مفہوم ادا کرنے والا فقرہ

ہ) نامہ مبارک کا مضمون مختصر،پُرزور اور شستہ الفاظ میں

و) آخر میں مہر رسالت

ان میں لفظ وبیان کی نمائش کے بجائے سادگی اور حقیقت پسندی کا طرز نمایاں ہے،ان میں فلسفیانہ موشگافیوں اور منطقی آفرینیوں کے بجائے پیغام نبوی کی سادگی ،دل نشینی اور خلوص کا نقش دل پر اثر کر جاتا ہے۔ (۳۳)

رسول اکرم ﷺ کے مکتوبات کی زبان اہل لسان کے مطابق ہوتی تھی۔ڈاکٹر ظہور احمد اظہر تحریر کرتے ہیں:

"مکتوبات میں متعلقہ قبیلے کے لہجے اور مقامی بولی کے الفاظ بھی استعمال کرتے۔" (۳۴)

آپ ﷺ کے اس اسلوب تخاطب سے مخاطبین مکتوبات کے مقصد کو بآسانی سمجھ لیتے تھے۔اس کے علاوہ آپ ﷺ کے خطوط میں کسی قسم کی کمزوری یا مرعوبیت کا شائبہ تک نہیں ہوتا تھا بلکہ عزم واستقلال اور اعتماد کی جھلک واضح دکھائی دیتی تھی۔آپ ﷺ کو مکتوبات وفرامین کو ہی یہ تخصّص حاصل ہے کہ وہ ہمہ گیر اور عالمگیر ہیں اور آج بھی وہ احکامات اسی طرح قابل عمل ہیں جس طرح چودہ صدیاں پہلے تھے۔

☆صفت مزاح:

نبی اکرم ﷺ بعض اوقات مزاح بھی فرمایا کرتے تھے لیکن آپ ﷺ کے مزاح میں بھی حقیقت ہی ہوتی اور اس میں صرف دل لگی اور جھوٹ کا شائبہ تک نہ ہوتا تھا۔امام ترمذیؒ نے آپ ﷺ کے مزاح کے حوالے سے بیشتر روایات نقل کی ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(عن انس بن مالکؓ ان النبیﷺ قال لہ:یا ذاالاذنین۔قال محمود:قال ابواسامۃ:یعنی یمازحہ۔) (۳۵)

"حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ انہیں کہا کرتے تھے: ''اے دو کانوں والے'' محمود نے کہا کہ ابو اسامہ نے کہا! یعنی آپ ﷺ نے مزاح کیا۔"

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ:

(ان کان النبیﷺ لیخالطنا حتی یقول لاخ لی صغیر:یا ابا عمیر!ما فعل النغیر؟)(۳۶)

"رسول اللہ ﷺ ہمارے ساتھ میل جول مزاح فرماتے تھے تو میرے چھوٹے بھائی سے آپ ﷺ فرماتے: اے ابو عمیر! تمہاری نغیر نے کیا کیا؟"

ابو عمیرؓ حضرت انسؓ کے چھوٹے بھائی تھے جنہیں اپنے پرندے نغیر سے بہت پیار تھا اور وہ اس کے ساتھ سارا دن کھیل میں مصروف رہتے تھے۔ایک دن وہ مر گیا تو ابو عمیرؓ بہت پریشان تھے تو آپ کو خوش کرنے کے لیے رسول اکرم ﷺ نے ایسا فرمایا تاکہ ان کا غم دور ہو سکے۔

یہ چند مثالیں آپؐ کی خوش طبعی اور مزاح کے پہلو کو واضح کرتی ہیں کہ آپ ﷺ سماجی طور پر صرف سنجیدگی ہی نہیں رکھتے تھے بلکہ ہنسی مزاح بھی فرماتے تھے۔آپ ﷺ کے اس طرز تخاطب سے اس کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے کہ ہنسی میں بھی آپؐ نے دینی اقدار کو فروغ دیا اور جھوٹ جیسے قبیح فعل کو ختم کر دیا۔

حاصل بحث:

ماحصل یہ کہ نبی کریم ﷺ کے طرز تخاطب کے مذکورہ بالا تخصّصات ہر لحاظ سے اپنی مثال آپ ہیں۔امام ترمذیؒ نے ہند بن ابی ہالہؓ سے روایت نقل کی ہے:

(سالت خالی هند بن ابی هالة وکان وصّافاً،قلت صف لی منطق رسول اللهﷺقال:کان رسول اللهﷺ متواصل الاحزان،دائم الفکرة،لیست له راحة،طویل السکت،لا یتکلم فی غیر حاجة،یفتتح الکلام ویختمه باشداقه ویتکلم بجوامع الکلم ،کلامه فصل،لا فضول ولا تقصیر،لیس بالجافی ولا المهین،یعظم النعمة وان دقت،لایذم منها شیئا غیر انه لم یکن یذم ذواقاً ولا یمدحه،ولا تغضبه الدنیا ولا ما کان[لها]فاذا تعدّی الحق لم یقم لغضبه شی حتّی ینتصر له۔[و]لا یغضب لنفسه ولا ینتصر لها،اذا اشار،اشاربکفه کلها،واذا تعجب قلبها واذا تحدث اتصل بها،وضرب براحته الیمنی بطن ابهامه الیسریٰ،واذا غضب اعرض واشاح،واذا فرح غضّ طرفه،جل ضحکه التبسّم،یفتر التبسّم،یفتر عن مثل حب الغمام۔) (۳۷)

"میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہؓ سے جو رسول اللہ ﷺ کے اوصاف اکثر بیان فرماتے تھے عرض کیا کہ حضور اقدس ﷺ کی گفتگو کی کیفیت مجھ سے بیان فرمائیے۔انہوں نے فرمایا کہ حضور ﷺ غم میں متواتر

مشغول رہتے، ہر وقت سوچ میں رہتے تھے ان امور کی وجہ سے آپ ﷺ کو بے فکری اور راحت نہیں ہوتی تھی، اکثر اوقات خاموش رہتے تھے بلا ضرورت گفتگو نہ فرماتے تھے۔آپ ﷺ کی تمام گفتگو ابتدا سے انتہا تک منہ بھر کر ہوتی تھی، جامع الفاظ کے ساتھ کلام فرماتے تھے،آپ ﷺ کا کلام ایک دوسرے سے ممتاز ہوتا تھا،نہ اس میں فضولیات ہوتی تھیں نہ کوتاہیاں کہ مطلب پوری طرح واضح نہ ہو۔آپ ﷺ نہ سخت مزاج تھے نہ کسی کی تذلیل فرماتے تھے،اللہ کی نعمت خواہ کتنی ہی تھوڑی ہو اس کو بڑا سمجھتے تھے اس کی مذمت نہ فرماتے تھے۔البتہ کھانے کی اشیاء کی نہ مذمت فرماتے نہ زیادہ تعریف، دنیا اور دنیاوی امور کی وجہ سے آپ ﷺ کو کبھی غصہ نہ آتا تھا البتہ اگر کسی دینی امر اور حق بات سے کوئی شخص تجاوز کرتا تو اس وقت آپ ﷺ کے غصہ کی کوئی شخص تاب نہ لا سکتا تھا اور کوئی اس کو روک بھی نہ سکتا تھا یہاں تک کہ آپ ﷺ اس کا انتقام نہ لے لیں۔اپنی ذات کے لیے نہ کسی پر ناراض ہوتے تھے نہ اس کا انتقام لیتے تھے۔جب کسی وجہ سے کسی جانب اشارہ فرماتے تو پورے ہاتھ سے اشارہ فرماتے،جب کسی بات پر تعجب فرماتے تو ہاتھ پلٹ لیتے تھے اور جب بات کرتے تو کبھی داہنی ہتھیلی کو بائیں انگوٹھے کے اندرونی حصہ پر مارتے اور جب کسی پر ناراض ہوتے تو اس سے منہ پھیر لیتے اور بے توجہی فرماتے یا در گزر فرماتے اور جب خوش ہوتے تو حیا کی وجہ سے گویا آنکھیں بند فرما لیتے۔آپ ﷺ کی اکثر ہنسی تبسّم ہوتی تھی اس وقت آپ ﷺ کے دندان مبارک اولے کی طرح چمکدار سفید ظاہر ہوتے تھے۔"

مذکورہ حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ کے وہ تمام اوصاف بیان ہوئے ہیں جو آپ کے طرز تکلم کا حصہ تھے۔اس سے آپ کے ہنسی مزاح کا ایک پہلو بھی واضح ہوتا ہے جس کا انداز تکلم سب سے منفرد، جدا، خوش طبع اور بے ضرر ہے۔

غرضیکہ آپ ﷺ کا کلام بالکل منفرد نوعیت کا حامل تھا۔آپ ﷺ کے طرز تخاطب کے تخصّصات اس قدر امتیازی ہیں کہ آج تک کسی کو ان پر کاملیت حاصل نہیں ہو سکی۔آپ ﷺ کے الفاظ کا چناؤ، بیان کرنے کا انداز اس قدر دل نشیں اور خوبصورت تھا کہ سننے والا اسے بآسانی سمجھ کر حفظ کر لیتا تھا۔آپ ﷺ ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے، لہجے میں حلاوت، سلاست وروانی، محبت والفت ہوتی، جہاں جوش کی ضرورت ہوتی وہاں بات کی اہمیت کو واضح کرنے کے لیے آپ ﷺ کا انداز پُرجوش ہو جاتا تھا۔آپ ﷺ کلام کی طوالت سے احتراز فرماتے تاکہ سامعین اکتا نہ جائیں۔مخاطب کی ذہنی استعداد اور صلاحیت کو پیش نظر رکھتے تاکہ نرمی کا پہلو غالب رہے۔آپ ﷺ کی زبان تمام عرب وعجم سے فصیح ترین تھی۔جہاں بات کو طول دینا ہوتا تو وہاں آپ ﷺ اس کی تشریح وتوضیح بیان فرما دیتے اور جہاں اختصار کی ضرورت ہوتی تو بات کو مختصر اور جامع انداز میں بیان فرماتے۔آپ ﷺ کے طرز تخاطب میں کبھی نامانوس، دقیق اور پیچیدہ الفاظ استعمال نہیں ہوئے۔آپ ﷺ جب

خطاب فرماتے تو بات اس قدر سادہ اور عام فہم ہوتی کہ ہر ذہنی سطح کا انسان اس کو سن کر سمجھ لیتا تھا۔آپ ﷺ کی گفتگو ہر عیب اور نقص سے مبرّا تھی۔

مختصر یہ کہ آپ ﷺ کا اسلوب تخاطب فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ مدارج پر تھا جس میں جاہلی عرب کی تمام قبائح کا خاتمہ کیا گیا اور نئے انداز تکلم کی بنیاد ڈالی گئی۔آپ ﷺ کی بات میں تصنع اور تکلف نہیں تھا۔آپ ﷺ جوامع الکلم کے حامل تھے جو کسی اور نبی کو حاصل نہیں ہوا۔آپ ﷺ نے مخاطب کرنے کے لیے جو بھی انداز اختیار فرمائے وہ سب عصرِ حاضر کے طرز تخاطب اور ابلاغ کے لیے بنیاد ہیں۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ الاحزاب ۱۲: ۳۳

۲۔ رافعی، مصطفیٰ صادق، تاریخ آداب العرب، دارالکتب العربی، بیروت، لبنان، ۱۹۷۴ء، ۸۲۱/۱

۳۔ مشتاق الرحمن صدیقی،ڈاکٹر، تعلیم وتدریس: مباحث ومسائل، پاکستان ایجوکیشن فاؤنڈیشن،اسلام آباد، ۱۹۹۸ء، ص: ۱۶۱

۴۔ حلبی، علی بن برھان الدین ،السیرۃ الحلبیۃ فی سیرۃ الامین المامون،دارالمعرفۃ للطباعۃ والنشر، بیروت، لبنان، ۱۸۹۰ء، ۸۳۴/۳

۵۔ النجم ۳: ۳۵۔۴

۶۔ خالد علوی، ڈاکٹر، انسان کامل، یونیورسٹی بک ایجنسی، لاہور، 1974ء، ص: ۳۲۱

۷۔ جاحظ، ابی عثمان عمرو بن بحر، البیان والتبیین، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، 2003ء، ۴۱/۳۔۵۱

۸۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث السجستانی،امام، سنن، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط: اولیٰ، 1410ھ، کتاب الادب، رقم الحدیث: ۸۲۸۴

۹۔ ملا علی قاری، العلامۃ، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، المکتبۃ التجاریۃ، مکۃ المکرمۃ، س۔ن، ۷۸/۱

۱۰۔ ابن عبد البر، ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن محمد القرطبی، التمھید لما فی الموطا من المعانی والاسانید، وزارۃ عموم الاوقاف والشوون الاسلامیۃ، المغرب، 1378ھ، ۸۱۱/۵

۱۱۔ ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، امام، اوصاف النبی، تحقیق و تعلیق: سمیع عباس، دارالجیل، بیروت، 1985ء، ص: ۵۲۲

۱۲۔ بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، امام، الجامع الصحیح البخاری، دار السلام للنشر والتوزیع، الریاض، 1999ء، کتاب الادب، رقم الحدیث: ۶۲۰۶، ص: ۳۵۰۱

۱۳۔ ایضاً، کتاب العلم، رقم الحدیث: ۱۶، ص: ۴۱

۱۴۔ عینی، ابی محمد محمود بن احمد بدرالدین، العلامۃ، عمدۃ القاری، دارالفکر، بیروت، س۔ن، 51/2

۱۵۔ ایلیا حاوی، فن الخطابۃ، دارالثقافۃ، بیروت، لبنان، س۔ن، ص: ۵۷

۱۶۔ رافعی، مصطفیٰ صادق، تاریخ آداب العرب، ۵۲۳/۲

۱۷۔ خالد علوی، ڈاکٹر، انسان کامل ﷺ، ص: ۱۷۲۔۱۷۳

۱۸۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث السجستانی، امام، سنن ابی داؤد، کتاب الادب، رقم الحدیث: ۴۹۹۰

۱۹۔ رافعی، مصطفیٰ صادق، تاریخ آداب العرب، ۲۸۲/۲

۲۰۔ خالد علوی، ڈاکٹر، انسان کامل ﷺ، ص: ۱۷۲

۲۱۔ محمود مصطفیٰ، ادب العربی وتاریخہ، مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی، القاھرۃ، 1391ء، ۴۳/۱

۲۲۔ الاعراف ۱۹۹:۷

۲۳۔ اسعد گیلانی، سید، رسول اکرم ﷺ کی حکمت انقلاب، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، 1986ء، ص: ۱۷۲، ۱۷۱

۲۴۔ ابن ابی جمرہ، ابی محمد عبداللہ الاندلسی، بھجۃ النفوس شرح مختصر صحیح البخاری، دارالجیل، بیروت، ط: ثانیۃ، 1979ء، ۷۹/۱

۲۵۔ ظہور احمد اظہر، ڈاکٹر، فصاحت نبوی ﷺ، ص: 250

۲۶۔ رافعی، مصطفیٰ صادق، تاریخ آداب العرب، 300/۲

۲۷۔ ظہور احمد اظہر، ڈاکٹر، فصاحت نبوی ﷺ، ص: ۲۱۳

۲۸۔ ایضاً، ص: ۳۱۴

۲۹۔ ایضاً، ص: ۳۱۵

۳۰۔ محبوب رضوی، سید، مکتوبات نبوی ﷺ، تاج پبلشرز، دہلی، 1977ء، ص: ۱۴۔۲۴

۳۱۔ ایضاً، ص: ۴۶

۳۲۔ ظہور احمد اظہر، ڈاکٹر، فصاحت نبوی ﷺ، ص: ۳۱۴

۳۳۔ محبوب رضوی، سید، مکتوبات نبوی ﷺ، ص: ۴۳۔۴۷، ۴۴

۳۴۔ ظہور احمد اظہر، ڈاکٹر، فصاحت نبوی ﷺ، ص: ۳۱۵

۳۵۔ ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، امام، الشمائل المحمدیۃ والخصائل المصطفویۃ، المکتبۃ التجاریۃ، مکۃ المکرمۃ، ط: اولیٰ، 1993ء، باب ماجاء فی صفۃ مزاح، رقم الحدیث: ۲۳۶

۳۶۔ ایضاً، رقم الحدیث: ۲۳۷

۳۷۔ ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، امام، الشمائل المحمدیۃ والخصائل المصطفویۃ، باب کیف کلام رسول اللہ ﷺ، رقم الحدیث: ۲۲۶